کتاب نما

اسلامی اقتصاد کے چند پوشیدہ گوشے، مولانا محمد طاسینؒ۔ ناشر: گوشہ علم و تحقیق، ۲۰۱-اے، کتیانہ سنٹر، کراچی۔ صفحات: ۲۰۰۔ قیمت: ۱۹۰ روپے۔

مولانا طاسینؒ روایتی دینی مدارس سے فارغ التحصیل، اُن کی اسناد کے حامل اور انھی مدارس میں استاد، لیکن اسلام کے نظامِ اقتصاد پر روایتی فکر سے ہٹ کر اور مضبوط دلائل کی بنا پر اُس سے اختلاف کرنے والے عالم کی حیثیت سے عرصے تک جانے جائیں گے۔ جیسا کہ مصنف خود بیان کرتے ہیں: ''یہ کتاب اسلام کے معاشی نظام سے متعلّق کوئی مستقل اور جامع کتاب نہیں، بلکہ چند ایسے معاشی معاملات سے متعلّق چند تحقیقی مضامین و مقالات کا مجموعہ ہے، جو مسلمانوں کے اندر جانے پہچانے اور عملی طور پر رائج معاملات ہیں، جیسے مزارعت، مضاربت، شرکت اور اجارہ''۔ اسلامی معاشیات پر لکھنے والے اور اسلامی اقتصاد پر مبنی مالیاتی ادارے قائم کرنے اور چلانے والے عام طور پر دعویٰ کرتے ہیں کہ شرکت، مضاربت، لیزنگ اور اس طرح کے کاروبار، اسلام کے معاشی اصولوں اور قوانین کی رُو سے درست اور جائز ہیں، اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کے منافی نہیں ہیں، جب کہ مولانا کے نزدیک حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے۔

ان مضامین میں جو وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں، ان معاملات پر تحقیقی اور تفصیلی بحث کرتے ہوئے، اسلامی قانون کے اصل مصادر کی طرف رجوع کر کے اُن کی اصل شرعی حیثیت متعین اور واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مصنف کہتے ہیں: ہم مسلمان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام کا ایک اپنا مستقل معاشی نظام ہے، جو سرمایہ داری اور اشتراکی معاشی نظاموں سے مختلف ہے۔ لیکن عملی طور پر جو کچھ پیش کیا جاتا ہے، وہ ''بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ اور بعض ملکوں میں ادھورا اشتراکی [نظامِ معاش] ہے''۔ قرآن و حدیث

میں حیاتِ انسانی کے معاشی پہلو سے متعلق جو ہدایات واحکام دیے گئے ہیں، ان کا بغور مطالعہ کر کے آج کی دنیا میں ان کے اطلاق اور ایک نظام کی تخلیق کا کام ابھی تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا۔

پیش نظر کتاب میں مزارعت، مضاربہ اور اجارہ سے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ان میں سے ہر طریق اور شعبۂ معاشی پر متقدمین کے ایک گروہ نے جواز اور کچھ نے عدم جواز کے موقف اختیار کیے ہیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ دونوں موقف اجتہاد پر مبنی ہیں، اور ان سے اختلاف کی گنجایش ہے۔ کون سا موقف اختیار کیا جائے؟ اس سلسلے میں جواب تحقیق وتنقید کی روشنی ہی میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

مزارعت پر تفصیلی بحث میں فاضل مصنف کا کہنا ہے کہ یہ طریق 'ربوٰ' کے مماثل ہے، کیوں کہ اس میں 'اصل سرمایہ' جوں کا توں محفوظ رہتا ہے، اور اس کے استعمال کرنے والے کو اس کا 'معاوضہ' دینا ہوتا ہے۔ قرآن سے استدلالِ تمثیلی (analogical argument) کے بعد احادیث کے ذخیرے سے اس سلسلے میں تمام روایات کو لے کر ان کا محاکمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کہتے ہیں: ''ان روایات کے پورے مجموعے پر خالی الذہن ہو کر نظر ڈالی جائے تو جو حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ مدینہ منورہ میں مزارعت، مخابرت، محاقلت اور کراء الارض کی مختلف شکلیں رائج چلی آرہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب شکلوں سے مسلمانوں کو منع فرمایا''۔ (ص ۸۱)

قرآن واحادیث سے استدلال کے بعد مصنف نے صحابہ اور تابعین کے عمل، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی تحریروں سے بھی مزارعت کی ممانعت ثابت کی ہے۔

مضاربت کے سلسلے میں مصنف کا کہنا ہے کہ پاکستانی (اور دوسرے بنکوں) میں اس عنوان سے جو کاروبار ہوا ہے وہ ربوٰ ہی کی ایک شکل ہے۔ پاکستان بنکنگ کونسل نے بنکوں میں شرکت ومضاربت کے نام سے ایک شعبہ تجویز کیا کہ جو لوگ اس شعبے میں کھاتے کھولیں گے ان کی رقوم قرض کی طرح محفوظ بھی رہیں گی اور سالانہ ساڑھے ۱۲ فی صد نفع بھی ملے گا...... پھر غضب یہ کہ اس شعبے کو اسلامی کا نام دیا گیا''۔ (ص ۲۴۱)

مصنف کے نزدیک: ''ایسے معاملات پر مبنی نظامِ بنکاری وسرمایہ کاری کو اسلامی کہنا اسلام پر افترا اور ظلم اور اُسے بدنام کرنے کی بدترین کوشش ہے، کیوں کہ جہاں تک بنیادی ساخت اور عملی نتائج کا تعلق ہے، اس نظام میں اور صریح ربوٰ پر مبنی نظام میں کوئی خاص فرق نہیں۔ دونوں میں

کھاتہ داروں کی اصل رقوم بھی محفوظ رہتی ہیں اور ان کو بغیر کسی محنت و مشقت کے سرمایہ کے فی صد کے حساب سے متعین اضافہ بھی ملتا ہے"۔ (ص ۲۴۱)

مصنف 'مضاربہ' کی حقیقی شکل جو جائز اور درست تسلیم کرتے ہیں، اس میں ایک فریق کا مال اور دوسرے کا تجارتی کام یا عمل ہوتا ہے۔ اس تجارت یا معاشی عمل میں اگر نفع ہو، تو دونوں فریق مقررہ تناسب سے شریکِ نفع ہوتے ہیں، اور نقصان کی صورت میں سارا خسارہ 'ربّ المال' یعنی سرمایے والے فریق کا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی چند شرائط ہیں، جن کے تحت یہ کاروبار جائز قرار پاتا ہے۔ بدقسمتی سے مروج مالیاتی نظاموں اور بنکوں میں مضاربہ کی شرعی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے جو کاروبار کیا جا رہا ہے، اس میں ان شرائط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ اس طرح "اس معاملے کو ربوٰ کے بجائے شرکت و مضاربت اور اس میں ملنے والے اضافے کو سود کے بجائے نفع کہہ دینے سے حقیقتِ حال پر کچھ اثر نہیں پڑتا، اور نہ اس کی نوعیت ہی بدلتی ہے"۔ (ص ۲۵۳)

مصنف بجا طور پر یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ جس معاشرے میں سرمایہ دارانہ معاشی نظام قائم ہو، اس میں سرمایہ کاری کے لیے مضاربت، شراکت یا دوسرے نفع بخش معاشی اعمال کی ترویج عملی طور پر ناممکن ہے۔ غالباً اس طرح کا معاملہ کرایے پر مکانات دینے کا ہے، اس کا جواز چند شرائط کے ساتھ ہے، تاہم مکہ مکرمہ کے مکانات میں مسافروں سے کرایہ وصول کرنے کا کوئی جواز نہیں، ہاں خدمات (پانی، بجلی وغیرہ) کا معاوضہ لیا جاسکتا ہے۔

ہمارے ملک، بلکہ پورے عالمِ اسلام میں جن بہت سی معاشی سرگرمیوں کو عین اسلامی تصور کیا جاتا ہے، اور بہت سے مستند علما بھی نہ صرف ان کے جواز کے قائل ہیں، بلکہ ان سرگرمیوں میں عملاً شریک بھی ہیں۔ اُن کے بارے میں فاضل مصنف کی تحقیق ہمارے لیے فکر کے کچھ نئے اور پرانے دریچے کھولتی ہے۔ ان معاملات میں دین کے اصل مصادر کی طرف رجوع اور انھیں اس کاوش اور محنت کے ساتھ سلیقے سے جمع کر کے پیش کرنا اور ان سے اخذ نتائج بلاشبہہ ایک ایسا علمی کارنامہ ہے، جس سے اسلام کے معاشی نظام کے ہر طالب علم اور منتہی کو استفادہ کرنا چاہیے۔ (پروفیسر عبدالقدیر سلیم)